هو المستعان

۱۹

صلائے نادر

اس مضمون مین تمام اون بڑی بڑی موجودہ سلطنتون کا موازنہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھہ کر کے یہ دیکھلایا گیا ہے کہ مذہبی آزادی مین دنیاوی آسایش مین۔ انسانی ہمدردی مین۔ ملک کے امن و امان مین۔ ترقی علم و تجارت و صنعت مین دنیا کی کوئی سلطنت برٹش گورنمنٹ کو نہین پاتی۔

اہل ہند اس انعام الہی کی قدر کرین اور ناشکر گذاری کے الزام سے اپنے آپ کو بچائین۔

اسی سلسلہ مین وہ مضامین ہین جو اصلاح اخبارات اور تعلیم حال کے نقصانات پر لکھے گئے ہین جن سے غرض یہ ہے کہ اہل ملک صحیح طریقے اور صحیح مزاج اختیار کرین تاکہ سلطنت کے ساتھہ یکجہتی بڑہے اور اطمینان سے ملک ترقی کرے۔

خاکسار نادر علی کان آگرہ

مطبع آگرہ اخبار آگرہ مین خواجہ صدیق حسین کے اہتمام سے چھپا

یکم جون ۱۹۱۴ء مطابق ۶ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

پبلک اوپنین قائم کرنے کا بڑا ذریعہ اخبار ہے

انگریزی سلطنت کے اصول قوانین اور ایشیا کے طرز حکمرانی مین زمین و آسمان کا فرق ہے ہندوستان و یورپ مین باعتبار نسل اور باعتبار آب و ہوا ضروریات زندگی مین ایسا فاصلہ بعید ہے کہ مشرق ہمیشہ مشرق رہیگا اور مغرب ہمیشہ مغرب سمجھا جائیگا جو ضبط - حلم - وقار اور مآل اندیشی خدا نے اس عہد مین انگلستان کا حصہ کیا ہے ناممکن ہی کہ ہند مین قومی اختصاص کی شکل مین پایا جاے مستثنے شخصی صورتین ممکن الوقوع ہین لیکن باعتبار خصوصیات نسل ترقی کی زیادہ امید نہین کیجا سکتی ہے اور یہی بات تعلیم و تربیت کی ضرورت کو زیادہ اہم بناتی ہے - ہم تعلیم و تربیت کے الفاظ کو تعمیم کے ساتھ استعمال کرتے ہین - اسمین ابتدائی عمر کا زمانہ تربیت سے مختص ہے - اور تعلیم اوس زمانہ سے خصوصیت رکھتی ہے جو مدرسون اور کالجون مین صرف ہوتا ہے اس زمانہ تربیت و تعلیم کے حدود مین اوس زمانہ کو بھی شامل سمجھنا چاہیے جو مدرسون و کالجون کے بعد عملی میدانون مین ہر دنی (سٹیزن) کو پیش آتا ہے اسی زمانہ کی طرف سے جو غفلت ہوئی یا ہوتی ہے اوسکا نتیجہ وہ بیقراریان بیچینیان - ناعاقبت اندیشیان اور ناشکر گذاریان ہین جو اہل ہند کو بدنام اور گورنمنٹ کو بددل بنائے ہوئے ہین -

جو باتین بشکل عامہ مین ظاہر ہون وہ کسی شخص واحد کے فعل سے متعلق نہین بلکہ اون اسباب ناگزیر کے نتائج ہوتی ہین جو گرد و پیش - قرب و جوار کے حالات سے پیدا ہوتی ہین پس اگر

اہل ہند سے کچھ غلطیاں سرزد ہون تو اونکا قصور نہین اور اگر اہل سلطنت اپنی کوششون مین ناکامیاب رہین تو اونکا بددل ہونا بےمحل ہے

ہم کمال ادب و خلوص اپنے اہل ملک اور سلطنت کی خدمت مین التماس کرنا چاہتے ہین کہ ان سبکا نعم البدل پبلک اوپنین ہے جو ایک ایسا مرکب نسخہ ہے کہ زندگی کے تمام شعبون کی اصلاح کرسکتا ہے - اسکی قوت کا اندازہ ہمارے اہل ملک کے امکان سے باہر ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص چوری کرکے آتا ہے تو اوسکی پناہ کے لیے اعزا - اقارب دوست اور احباب موجود ہوتے ہین اوسکو زہر پلا جاتا ہو سمجھکر علیحدہ کرین پبلک کے اتفاق سے سوسائٹی کا ممبر بنانے مین کوئی اعتراض نہین - یا کوئی دروغ حلفی کرے یا جھوٹی خبرون سے ملک مین بددلی پھیلاوے تو اوسکے لیے کوئی پبلک اوپنین نفرت پیدا کرنیوالی نہین اگر کوئی حکمرانون کی جان لینے اون پر قاتلانہ حملہ کرنے کی کوشش کرے تو کوئی اوسکا مانع نہین اسکے برعکس اگر قایم مقامان سلطنت مین سے کوئی حکمران فروگذاشتی یا اصولی غلطی کرے تو گورنمنٹ پر کوئی روک نہین جو ذرایع گورنمنٹ کی اطلاع کے ہین وہ ایسے مختلف اور مشکوک الوثوق ہین کہ گورنمنٹ کے دل پر کوئی نقش ثابت الاثر پیدا نہین کرسکتے -

پبلک اوپنین کی قوت کا اہل مغرب خوب سمجھ سکتے ہین کیونکہ وہ اوسکے زیر اثر ہین - پبلک اوپنین کے قایم کرنیکا بہترین ذریعہ اخبار ہے جو معاشرت کی خرابیان و ارتکاب جرایم اہل ملک سے اور غلط فہمیان و بدگمانیان اہل سلطنت سے دور کرنیکا ایک بااثر آلہ ہے - مگر افسوس ہے کہ اخبارون کی نشو و نما ہندوستان مین ایسے بے احتیاطی کے ساتھ ہوئی ہے اور ہو رہی

جیسے جنگل مین خودرو زہریلے ناڑک اور زبردست سیدھے اور ٹیڑھے درخت بغیر کسی پہل وغرض مخصوص کے اپنی طبیعت کے زور سے پیدا ہو کر ایک انبوہ نامناسب بن جاتے ہین۔

ہندوستان کے اخبارات کی تحقیقات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اونکے مہتمم و منتظم اول تو زیادہ تر وہ لوگ ہین جو اخبارون کو ذریعہ معاش یا جلب منفعت سمجھے ہوئے ہین چونکہ اخلاقی و پولیٹیکل اثرون سے اونکو زیادہ سروکار نہین۔ ملک کی بہبودی اور قومی مفاد سے کوئی تعلق نہین اسلئے جن طریقون سے اونکی معاش مین زیادتی ہو سکتی ہے وہ بیدریغ اون کو کام مین لاتے ہین چونکہ ملک مین مہذب خیال بہت تھوڑے آدمیون کا حصہ ہے اخبارون کو بضرورت خیال منفعت ذاتی عام پسند ہونا پڑتا ہے۔ بیہودہ و تنگ خیال عوام کو اونہین مضامین سے رغبت ہوتی ہے جو اونکے خیالون و خواہشون کے موافق ہوتے ہین۔

دوسرے گروہ لوگ اخبارون کو جاری کرتے ہین جنہون نے ایک گونہ تعلیم پاکر اپنی زندگی کے کسی حصہ مین سلطنت کی طرف سے یا اہل ملک کی جانب سے ناکامیاب و بددل ہو کر اخبارون کو ذریعہ انتقام و دشنام سمجھا ہے وہ چاہتے ہین کہ دل کا بخار جن الفاظ مین نکل سکے نکالا جائے جب کوئی خیر اندیش اونکے اصلاح خیال یا اصلاح مذاق کی کوشش کرتا ہے تو وہ اونکی طنز و طعنون کا ہدف ملامت بنتا ہے۔

تیسرے کچھ لوگ ایسے مضامین کے مصر ہوتے ہین جنکے عامیانہ خوشامد خود اہل سلطنت کی نگاہ مین اونکو سبک بنا دیتی ہے بعوض اسکے کہ اہل ملک کو اپنی سلطنت سے محبت ہو اونکی خوشامدانہ روش ایک گونہ نفرت بڑہا دیتی ہے یہ نادان دوست جب پبلک اوپنین کے

حدود سے منزلون دور ہین تو اسکے معنی کیا سمجھ سکتے ہین ایسی صورت مین جب تک اخبارون کے سرچشمے باوقار۔ تجربہ کار۔ تعلیم یافتہ۔ مہذب اور ثقہ ہاتھون مین نہون گے محض سزایون سے نہ اونکا عامیانہ پن جائیگا نہ سلطنت و رعایا کے درمیان شگفتگی پیدا ہوگی۔

جو اخبار ایسے حالات مین اور اِن مقاصد کے لیئے ناکام و بددل اشخاص کے اہتمام سے نکلین جنکو اہمیت سلطنت۔ قوت گورنمنٹ۔ اپنے مرتبہ کا احساس اور صلاح فلاح ملک سے کچھ سروکار نہو اور کسی اخلاقی ذمہ داری کا بار بھی نہو اون سے یہ امید کرنا کہ ایک مصلح اور مفید پبلک اوپینین قایم کرسکین عقل و حالات کے خلاف ہے۔

سلطنت کی طرف سے سزائین اونکے لیئے ضرور مقرر ہین مگر سزا ایک المضاعف بدنصیبی ہے اور نہایت مجبوری کی حالت مین اختیار کرنے کی چیز ہے مثلاً ایک ناعاقبت اندیش اخبار اپنی طرز تحریر و طرز عمل سے عوام کے خیالات مین کجی پیدا کرنے کا سبب ہو اور اسکے کسی ناعاقلانہ مضمون سے اخبار کی ضمانت یا مطبع ضبط ہو جائے تو یہ کہہ سکتے ہین کہ اوسکو پاداش بیجا ملی مگر نفس الامر مین اس ضبطی سے ملک اور زیر بار ہوا اور جو خراب اثر عوام کے قلب پر اس سزا سے پڑا وہ سلطنت کے بہترین معاوضہ سے زایل نہین ہو سکتا۔ جس خرابی کے استیصال کے لیئے یہ احتیاطی سزا دیجاتی ہے وہ میلانون مین اور زیادہ کجی پیدا کرنے کا ذریعہ بنائی جاتی ہے اور ہزار گونہ قوتون سے طبیعتون کو مشتعل کرنے کی فکرین ہوتی ہین۔ لیکن جسطرح اخبارون کی آزادی ناعاقبت اندیش ہاتھون مین دینا خطرناک ہے

اسیطرح اخبارون کے لئے بے ضرورت سخت گیری آزادیِ خیال کو مضر ہوگی اور وہون مین خیال سے بدل کر شکوے و رنج کی شکل مین اپنا اثر کریگی جسکا نتیجہ سڈیشن اور ایجیٹیشن ہے آخر کار ایسے لوگ بم پھینکنے والون اور جوشیلی شورش پسند گروہ کی تعداد مین اضافہ کرنے والے ہوا کرتے ہین - اسکا علاج ملک مین ایک معتدل - صحیح الرائے اور زبردست پریس ہی ہو سکتا ہے جو اسے دن کی زحمتون سے اخبارات کو بچاے گا اور سلطنت کو جبر و سختی کی پالیسی برتنے سے روکے گا سلطنت کی خوبی تو یہ ہے کہ عوام کے خیالات مین پاکیزگی ہے نہ کہ اونکی زبان بندکیجاے یہ سچ ہے کہ مقنن تعین جرائم مین اون حالات پر توجہ نہین کرتے اور نہین کرسکتے جنمین وقوع جرم یا خطا ہوئی ہو گو سزادہی مین اون پر التفات کیاجاتا ہے مگر مدبران سلطنت کا دائرہ اختیار و فرض زیادہ وسیع ہے اگر اونکا کام تعین جرائم و سزادہی ہے تو اونکا اتنا ہی اہم یہ کام بھی ہے کہ اون حالات کی اصلاح کرین جنمین کوئی خطاوار اکثر مرتکب خطا و قصور ہوتا ہے -

یورپ مین تعلیم اس کثرت اور ایسے اصول سے ہوتی ہے کہ محض تعلیم یافتہ یا سٹیزن ہونا اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ منافع و مضار اخبارات کو سمجھ سکتا ہے اور پبلک اونمین اوسکے دستِ شفقت یا تازیانہ عقوبت کا کام دیتی ہے - ہندمین وہ وقت ابھی نہین آیا ہے کہ پبلک اونمین قائم بھی ہو سکے چہ جائیکہ اپنے خوش کن اثر پیدا کرسکے اسلئے اہلِ ملک اور سلطنت کی خاص توجہ اور تدبیر کی ضرورت ہے تاکہ اخبارات اوس پیمانہ پر جاری رہین اور اون ہاتھون مین نشو و نما پائین جس پر رعایا اور سلطنت کو وثوق ہو -

اخباروں کی رائین ملک مین ایک بڑا ذریعہ اشاعت صلاح و فلاح کا ہو گو ہر اہل اخبار انہین اصول کا مدعی ہے مگر وہ دعوے (باستثناے خاص) لشکل دعاسے باطل ہے اور اون سے سب مقاصد استدعو یہ مفقود ہین -

ایک اخبار یا مضمون نگار ہندوستانی کا یورپ کے مضمون نگارون سے مقابلہ کیا جاے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوگا گو وہان کے مضمون نگار بھی طرح طرح سے اپنے مضمون کو دلکش بناتے ہین مگر یورپ کے اہل اخبار کو ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ ہمارے مضمون کا اثر ملک کے اخلاق اور اون وامان پر کیا ہوگا ہندوستان مین اخبار جسطرح نیکی و بہتری کا بڑا ذریعہ ہوسکتا ہے اوس سے زیادہ فساد و خرابی کا آلہ ہے - خود غرض اڈیٹر ایک لمحہ کے لیے یہ خیال نہین کرتا کہ اوسکے مضمون کا اثر ملک و عوام پر کیا پڑ رہا ہے اگر اوسکو یہ امید ہوتی ہے کہ کسی مضمون سے اوسکے اخبار کی اشاعت مین ترقی ہو رہی ہے -

ہم اس بحث کے متعلق ایک یادداشت بطور اسکیم پیش کرتے ہین -

(۱) سب مین ضروری و اہم مسئلہ اسٹاف کے بہم پہنچانے کا ہے جسمین حسب ذیل شرائط پائی جائین ...

(الف) اڈیٹر مضامین نگار - اور منیجر باعتبار اپنی علمی قابلیت - عمر - تجربہ - وقار اور وفاداری کے اس قابل ہون کہ گورنمنٹ اونکے قول و فعل پر بھروسہ کر سکے -

(ب) رعایا مین بھی بجاے خود وہ مرکز اعتبار ہون -

(ج) اونکا مدبرانہ مبلغ (اسٹیٹس) اس پایہ کا ہو کہ قانون اور کونسلون کی اہمیت کو سمجھ سکین

(د) اونمین کم از کم دو ایک آدمی ایسے بھی ہون جو یورپ کے حالات کو کم و بیش سمجھتے ہون -

(ہ) ہندو و مسلمانون کے اصول مذہب سے واقف ہون -

(۲) پالیسی اخبار کی ایسی ہونی چاہیے جو حالات و رجحان ملک کی رعایت کو ملحوظ رکھے اور خیالات فرمان رواؤن کی مصلحت کا پیش رو ہو -

(۳) کونسلون مین جو نا موزون سوالات کیے جاتے ہین اون سے نہ صرف کونسل کا وقت ضایع جاتا ہے بلکہ بہت سی باتین ایسی ہوتی ہین جنکا جواب دینے کے لیے زمہ داران گورنمنٹ کو بہت سی اطلاعین جمع کرنی پڑتی ہین - قومی اور باخبر اخبار نہایت آسانی سے قبل اسکے کہ ان سوالات کی کونسلون مین نوبت آئے صحیح طور پر اونکی تردید عموم الناس کے سامنے پیش کر سکتے ہین اور کونسل زحمت جوابات سے بالکل مستغنی ہو سکتی ہے -

(۴) بڑی ضرورت اسکی ہے کہ غیر ملکون کے برے خیالات اور بدخواہ و بددل جماعتون کی کوششون سے ہندوستان خالی نہین اونکے اثر سے عوام اور نوجوان تعلیم یافتہ محفوظ رکھے جائین - سب مین خطرناک بری خبرون اور خراب خیالات کا ملک مین پھیلنا اور عوام کا اون سے اثر پذیر ہونا ہے موجودہ قانون مطابع اسکی روک و اصلاح کی ناکافی تدبیر ہے -

اس سے کامل انسداد خرابیون کا ہوا اور نہ موجودہ شکل مین انسداد کی امید پائی جاتی ہے -

(۵) ان خراب اثرون کی بھی محافظت کیجائے جو غیر ملکون سے خبرون کی شکل مین لائے جاتے ہین یا یہان سے باہر پہنچائے جاتے ہین - آج کل اس قسم کے مضامین جو یہان آتے ہین یا یہان سے باہر بھیجے جاتے ہین وہ نیک نیتی پر مبنی نہین اونمین عام سیاسی

خود غرضی اور غلط فہمی ہوا کرتی ہے اگر ان کی صحیح طور پر نگہداشت نہوگی تو بین الاقوام پیچیدگیان پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے موجودہ حالت مین اہل ہند کسیطرح اس قابل نہین کہ مسایل بین الاقوام کو صحیح طور پر سمجھہ سکین -

(۶) چونکہ علیگڈہ کالج ہم مسلمانون کی تعلیم کا مرکز ہے اور غالباً وہ جلد یونیورسٹی ہوجاے نہایت ضرورت ہے کہ وہان کے طلبا کے حالات وخیالات مین صحیح ترقی کیجاے اور وہان کے حالات سے صحیح طور پر قوم باخبر رہے اور یہی اصلاح - ملک کے دوسرے کالجون سے مابہ الامتیاز رہے - اسکا لحاظ مسلمانون کے تمام اسکول و تعلیم گاہون مین ملحوظ رکھا جاے گورنمنٹ کو بھی ایک مسلم الثبوت وفادار قوم کی تعلیم گاہ جسکی بنا گورنمنٹ کی خیرخواہی پر ڈالی گئی ہے پورا بھروسہ رکھنا زیبا ہے غلط افواہون یا مشتبہ خیالات پر کوئی شک کرنا ایک دوربین - دانشمند اور مدبر گورنمنٹ کے تجربے سے بعید ہوگا -

مسلمانون کو اسکے اظہار کی ذرا بھی ضرورت نہین کہ وہ وفادار ہین مطیع اور فرمان بردار ہین - اونکا طرز عمل ہمیشہ اسکا گواہ حال رہا اور ہر خطرناک موقع پر اونہون نے اسکا ثبوت دیا ہے - وہ خوب جانتے ہین کہ اونکی جان - مال اور مذہب کی حفاظت و سلامتی محض برٹش گورنمنٹ کی قیام و استحکام ہند پر منحصر ہے - اسلئے گورنمنٹ اور نیز مسلمانون کے لئے خاص طور پر مناسب ہے کہ غلط فہمی درمیان مین نہ پیدا ہونے دین اور ایک دوسرے کے لئے کشادہ آغوش رہین - یہی اصلی پالیسی سید احمد خان مرحوم کی تھی اور اسی پالیسی پر قایم رہنے کی ہدایت حضور ویسراے لارڈ ہارڈنگ بالقابہ نے ۲۵ - مارچ سنہ ۱۹۱۴ء کو بمقام دہلی مسلمانون کو فرمائی ہے -

خاکسار نادر علی وکیل آگرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ مسلمانوں کے حق میں کیا اثر پیدا کریگی اس میں عنصر سلطنت کا کم اور اہل مُلک کا زیادہ ہو جانے پر اصولاً و عملاً اہل مُلک کے لئے عموماً مسلمانوں کیلئے خصوصاً کن کن نتائج کی امید کیجا سکتی ہے

اس آرٹیکل کے لکھنے کی ضرورت اوّل اوّل اسوقت پیش آئی تھی جب آنریبل سر ابراہیم رحمتہ اللہ صدر جلسہ مسلم لیگ منعقدہ آگرہ نے ۳۰ر دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء کو اپنا پریسیڈنشل اڈریس دیا تھا۔ لیکن اب اِس کی اشاعت کی ضرورت خاص طور پر یوں داعی ہو رہی ہے کہ بعض حضرات آمادہ ہیں کہ مسلم لیگ و ہندو کانگریس پہلو بہ پہلو نظر آئیں یہ امر کہاں تک مستحسن اور مناسب ہے اور باشندگانِ ہند مختلف طبقات کے حق میں جو ہر اعتبار سے مختلف المذاہب مختلف الاسم۔ مختلف المذاق۔ اور مختلف الطبایع ہیں اور جن کے خیالات مذہبی و حالات ملکی میں تباین کُلّی ہے اِس سے کس درجہ یکجہتی و خوش اسلوبی و اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کا تصفیہ تجربہ کار منصف مزاجوں پر چھوڑا جاتا ہے پریسیڈنشل اڈریس کے طرز تحریر۔ انداز بیان کے دلکش ہونے میں کلام نہیں اس کے جستہ جستہ مضامین خاص اہمیت و دلچسپی لئے ہوئے

ہیں مگر رجحان ملک وحالاتِ موجودہ کو پیشِ نظر رکھکر اس پر نگاہ ڈالی جائے تو نتیجہ میں کوئی خوشگوار امید نہیں کیجاسکتی ہے۔ خصوصاً اُن نادان لوگوں کے حق میں جن کے خیالات معمولی ملمع گوکی تقریر سے متاثر ہو کر آناً فاناً تغیر پذیر ہوجایا کرتے ہیں۔ باعتبار اپنے اثرات کے مضرت رساں ثابت ہونگے جو خیالی امیدیں کیجارہی ہیں اور جن کا رجحان بیچینی کی طرف منجر ہے بلحاظ اُس کے وہ اسپیچ صدر مسلم لیگ ایک مختل کہی جاسکتی ہے اِس لئے اعتراضات مخالف اخبارات نظر اغماض سے نہیں دیکھے جاسکتے اس کے اکثر حصص خصوصیت سے قابلِ تنقید ہیں مگر ہمکو اسپیچ کے اُس حصہ سے بحث کرنا منظور ہے جو اتحاد بین الاقوام اور سیلف گورنمنٹ سے متعلق ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"آپ لوگ آگاہ ہیں کہ تعلیم اور دیگر ذرایع سے کیسی ہی قابلیت آپ کیوں نہ پیدا کریں مگر آپ کو ایک ہندوستانی اخوت کے رشتے میں منسلک ہوجانا پڑیگا پیشتر اس کے کہ آپ کسی قسم کی سیلف گورنمنٹ کی توقع رکھیں۔ اس ملک کی دو سیاسی مجلسوں نے جو نصب العین مقرر کیا ہے اُس پر میرا کوئی اعتراض نہیں ہے کانگریس نے جو نصب العین نوآبادی کے طریقہ پر سیلف گورنمنٹ حاصل کرنے کا قرار دیا ہے اس میں یہ خوبی ہے کہ وہ صاف مشخص ہے اور لیگ کا نصب العین یعنی مناسب ہندوستان سیلف گورنمنٹ حاصل کرنا یہ مبہم اور غیر مشخص ہے ایسا نصب العین اختیار کرنے میں آپ لوگوں کے پاس وجوہات ہوں گے مگر میں کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں شخصی طور پر ایک مشخص تر اور صاف تر نصب العین کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

پارینہ جلسہ مسلم لیگ لکھنؤ میں کانگریسی عنصر کی شرکت سے نوجوان مسلمانوں
کو سیلف گورنمنٹ کا خاص خیال پیدا ہوا اور اس میں وہ رزولیوشن پیش ہوا
جس کا اشارہ مبہم نصب العین قرار دیکر اسپیچ میں کیا گیا ہے۔ جب یہ رزولیوشن
پیش کیا گیا تو مسلمانوں کے مسلم الثبوت لیڈر نواب وقار الملک بہادر نے جنکی
تجربہ کاری و قومی ہمدردی کا اعتراف نوجوانوں کو بھی ہے بڑے زور سے
اختلاف کیا اور دیگر مآل اندیش بزرگواروں نے انکی تائید کی جسکی وجہ سے سالانہ
جلسہ لیگ میں وہ رزولیوشن پاس نہ ہوسکا مگر بعد کو مارچ ۱۹۱۳ء میں ایسے
معمولی جلسہ میں وہ پاس کرالیا گیا جس میں اکثر ایسے اکابر قوم موجود نہ تھے
جنھیں اختلاف تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ نواب وقار الملک بہادر نوجوانوں
کی خواہشات کے اتباع تک تو لیڈر ہیں باقی اُن کا وجود بھی معطل ہے۔ اور
یہ روش ایسے حضرات کی ہر موقع پر نظر آتی ہے کہ ذرا سے اختلاف میں اپنے
مسلم الثبوت لیڈروں سے منحرف ہوجاتے ہیں جس کی مثال جلسہ علی گڈھ منعقدہ
۱۵ اکتوبر ۱۹۱۳ء متعلق حصول یونیورسٹی میں بھی نمایاں ہوگئی۔ ایسی حالت
میں ایسے نوجوان اپنی قوم کی قایم مقامی کی کہاں تک صلاحیت رکھتے ہیں۔
اور عام مسلمانوں کو اُن سے کہاں تک توقع رکھنا چاہیے جبکہ اُن کی عجلت
پسندی و ناعاقبت اندیشی کا ثبوت مختلف فیہ رزولیوشن کے پاس کرانے سے
ملتا ہے کیوں وہ رزولیوشن سالانہ جلسہ مسلم لیگ پر ملتوی نہ رکھا گیا اور جلسہ
مسلم لیگ آگرہ میں کیوں اُس کا اعادہ نہ کیا گیا تاکہ اہل الرائے اصحاب کے خیالات
کا اندازہ ہوجاتا۔ جیساکہ سپرٹ الیکشن کے مسئلہ میں ہوگیا پھر بھی کونسی شکایت کا

موقع بہت کم باقی رہتا ہی وہ ازز ولیوشن ہے جو عموماً مسلمانوں کی بے چینی اور گورنمنٹ کی بدظنی کا سبب ہوا ہی خواہانِ قوم اور خاصکر سر سیّد احمد خان مرحوم کی بڑی کوشش و جانفشانیوں سے جو ایک صورت اسلوب و یکجہتی حاکم و محکوم میں پیدا ہوئی تھی اُس نے پھر رجعت قہقری اختیار کی۔

سر ابراہیم رحمتہ اللہ خود بھی بے چینی و عجلت کے مخالف ہیں۔ اُن کے الفاظ سُن لیجیے:۔

"خیرا جو بھی نصب العین ہو مگر میری صرف یہی غرض ہے کہ آپ لوگ ہمیشہ اس بات کو ذہن نشین رکھیں کہ کسی وجہ سے بیقراری کا وجدان پیدا نہ ہوا ور ایسی خواہش نہ کیجائے کہ فریب کے راستہ سے منزل مقصود پر پہنچ جائیں یا رعایا کے برافروختہ کرنے کا میلان پیدا ہو۔ بیقراری اور بےچینی سے بڑھکر ہندوستان کے مقصود کے حاصل کرنے میں کوئی چیز سدراہ نہیں ہو سکتی۔ بعوض اس کے کہ منزل مقصود کیطرف ہماری رفتار بڑہے ایسا کرنے سے بلاشبہ ہمارے قدم پیچھے ہٹیں گے۔"

پھر وہ فرماتے ہیں:۔

"کہ ہماری قوم کے افراد میں اختلاف واقع ہوا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دانشمندی کے خلاف ہے کہ ہم میں تفرقہ واقع ہوا ور ایسے مقصد پر اختلاف رائے واقع ہو کہ جو عجلت پسند افراد کے اعتقاد کے موافق بھی سالہا سال کے متفقہ اور مضبوط کوششوں کے بعد حاصل ہو سکتا ہے۔ ہمارے کامل حوصلوں کا پورا ہونا کے دہائیوں اور کے صدیوں میں ہوگا یہ تو کوئی کہہ ہی نہیں سکتا ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ کسی صورت کی سلیف گورنمنٹ ہندوستان میں

ممکن نہیں بغیر اسکے کہ دو بڑی بڑی قومیں ہندو و مسلمان مخلصانہ طور پر شیر و شکر ہو جائیں۔"

یہ بالکل سچ ہے تاوقتیکہ تمام اہل ہند متحد و متفق نہ ہو جائیں اُن میں خلوص و محبت برادرانہ پیدا نہوے سیلف گورنمنٹ کی آرزو مضحکہ انگیز ہے خدا وہ دن لائے کہ ہندوستانیوں کے خیالات اتحاد پر ایمانداری سے مائل ہوں اُن میں کاذب ظاہرداری اور ریاکاری نہ ہو۔

اب تک تو جس قدر تدابیر اتحاد کی گئی ہیں یا کیجارہی ہیں وہ نہ خود غرضی سے پاک ہیں نہ خلوص کا اُن میں شائبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بجز کشا کشی اور اختلافات کے اتفاق کی جھلک تک دکھائی نہیں دیتی۔ کانگریس جیسی شایستہ تعلیم یافتوں کا مجمع ہے وہ اختلاف سے ٹکڑے ہو گیا۔ کانفرنس اپنی شکل کلی سے جدا ہو کر شیعہ کانفرنس علیحدٰ قایم کیا گیا۔ اب مسلمانوں کے مرکز تعلیم جُدا جُدا قایم کئے جانیکی تدابیر ہو رہی ہیں۔ یہ فرقہ بندیونکی کثرت پارٹی فیلنگ کی زیادتی سب مایوسی فزا سامان ہیں۔ جن کو ادعائے اتحاد ہے وہی تو سرچشمۂ خلوص و محبت کو گدلا کرتے جاتے ہیں۔

اعتدال حقیقی اور راستبازی جس پر صحت مزاج قوم اور ترقی اتحاد کا انحصار ہے اُس کا پتہ مختلف طبقات ملک اور افراد قوم میں لگائیے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کی ہمدردی سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ ایک ہمسایہ اپنے دوسرے ہمسایہ پر کیا وثوق کرتا ہے۔ پہلے اختلافات کے اسباب کی تفتیش۔ اتحاد کے محرکات کی تحقیق کیجئے اُن مواقع خطرناک سے جو مورث اختلاف

ہیں سمجھیے۔ جیسے کہ سپرٹ الیکشن کا مسئلہ جو بڑی بحث کے بعد کثرت رائے
سے سال ۱۹۱۳ع میں لیگ نے طے کیا یہ فال نیک تھے اور امید ہے کہ
اصلاح جن جن مواقع سے خطر پیدا ہونے کا اندیشہ ہے دور کئے جائیں
جو ہر سال تجدید عداوت کرتے رہتے ہیں تب اتحاد کی کوئی تمنا بر آسکتی ہے

ہم اتفاق بین الاقوام پر ایک مبسوط رسالہ موسومہ "اتحاد نادر" پہلے
لکھ چکے ہیں جس میں ابتدائے حالت انسانی سے اختلاف و اتحاد پر بحث
کی گئی ہے اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ اختلاف بین الاقوام کیونکر پیدا ہوتا
ہے اور اتحاد کے لئے کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ اور گورنمنٹ کو کیا
کیا احتیاطیں ملحوظ رکھنا چاہئیں تاکہ اختلافات رعایا ترقی نہ کرنے پائیں
اب بعد ضروری ترمیم و اضافہ کے جس کو اہل ملک کے سامنے پیش کرنے
کی عنقریب عزت حاصل کیجائے گی۔

دلائل منطقی۔ دل خوش کن خیالات اور زبانی اتحاد سے تو کام چلتا چلاتا
نہیں واسطہ واقعات گراں نشیں سے پڑا ہے اس قدر التماس کے بعد اصول
سیلف گورنمنٹ سے بحث کیجاتی ہے۔

برٹش گورنمنٹ کے تمام قوانین اور آئین کا منشاء ہے کہ ہندوستانی پستی
جہالت سے نکلکر بتدریج صلح جو اور قابل مدنی (سیٹزن) ہوں اور رفتہ رفتہ
اس مرتبہ پر پہنچ جائیں کہ اپنے ملک کے معاملات کو بسرعت گورنمنٹ خود طے
کرسکیں یہ تمنا نہ اہل ہند کی بیجا ہے۔ نہ گورنمنٹ کو اس میں کسی قسم کا دریغ
چنانچہ رعایا جیسے جیسے قابلیتوں میں ترقی کرتی جاتی ہے گورنمنٹ اپنے

اخلاقی و پولیٹیکل اصولوں کے موافق رعایا کی خواہشوں کو نظر قبول سے دیکھی جاتی ہے۔ بقدر لیاقت واستعداد جوڈیشل واکزیکٹو عہدوں کا عطا کیا جانا میونسپل ڈسٹرکٹ بورڈ کے معاملات کو کمیٹیوں کے سپرد کرنا پراونشل وامپیریل کونسلوں میں شرکت یہ سب وہ نعمتیں ہیں جو ملک پر بھروسہ کرنیکی حالتیں رعایا کو دلا کرتی ہیں مگر جب اہل ہند اس درجہ ناعاقبت اندیش ہوں کہ وہ ایسی حالت میں اپنے آپ کو سیلف گورنمنٹ میں فرماں روا ہونے کے قابل سمجھتے ہیں تو اُن کی لیاقت معلوم۔

فرماں روائی خواہ مطلق آزادی کے ساتھ ہو یا اعلیٰ قوت کی سرپرستی میں مُنہ سے مانگنے کی چیز نہیں۔ تنظیم کی طرح قوت وقابلیت کا خراج ہے جس ملک میں عورتوں کو عورت ہونا میسر نہیں۔ مردوں کو مرد بننا دوراز نصیب جس ملک میں ہاتھ کے بنائے ہوئے مصنوعات پر عہد اشتیں لٹکائی جائیں۔ ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں کو پوجنا جزو ایمان ہو۔ جس مُلک میں گائے بیل کی پرستش کیجائے جہاں اوہام باطلہ عوام تو عوام خاص کا جُزو مذہب ہوگئے ہوں۔ جہاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک قوم دوسری قوم کا گلا کاٹنے پر تیار ہو جاتی ہے۔ کیا یہی وہ اوصاف ہیں جن کے بھروسہ پر دعویٰ کیا جائے کہ ہم سیلف گورنمنٹ مانگنے کے قابل ہیں یہ دل دماغ اتنے مضبوط کہاں جو سیلف گورنمنٹ کے بار کو اٹھا سکیں۔

ہندوستانیوں کا ہندوستانیوں کیموافق سیلف گورنمنٹ کا تقاضا گو یہ سرپرستی گورنمنٹ کیوں نہ ہو ایک ہنسی کی بات ہے۔ خود پریسیڈنشل اڈریس

ہیں جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ معلوم اُسکے لئے کئی صدیاں چاہئیں۔

خدا وہ دن لائے کہ گورنمنٹ کے فیضانِ تادیب سے رفتہ رفتہ ہندوستان میں معدودے چند اس قابل ہوجائیں جو امور سیلف گورنمنٹ میں قابلانہ مشورہ دے سکیں یا اُنکا انصرام بطورِ خود فرما سکیں مگر یہ خوب یاد رکھنے کی بات ہے کہ وہ جسقدر زیادہ گورنمنٹ سے فیضیاب ہونیکی کوشش کرینگے اُسی قدر جلد اس معاملہ میں کامیاب ہونگے اور جسقدر گورنمنٹ سے علیحدگی میں جلدی کرینگے اپنی ترقی کو اسیقدر تعویق میں ڈالیں گے۔

ہندو مسلمان بجائے خود انصاف کریں اور اپنے اپنے گریبانوں میں مُنہ ڈالکر دیکھیں کہ کتنے مسلمانوں کو ضروری موقع پر اپنے ہندو بھائیوں کے فیصلہ پر وثوق ہوتا ہے اور کس قدر ہندو بھائیوں کو مسلمانوں کی ایمانداری کا اعتراف ہے۔ جبتک یہ بے اعتباریاں باقی ہیں سیلف گورنمنٹ کی عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لینا نہ صرف محال ہے بلکہ جنون ہے۔

سیلف گورنمنٹ بشکل موجودہ مغربی قلم ہے جو ایشیا میں لاکر لگائی جاتی ہے اُسکے اثمار کو استحکام و ہمیشگی دینے کیلئے تمام اُن وقتوں کا سامنا ایک ضروری امر ہے جو اس قسم کی کوششوں کیواسطے مستلزم ہیں اور اُسکی نیک بارآوری اُن تمام احتیاطوں پر منحصر ہے جو ایسے اہم کام کیلئے لازمی ہیں۔ ضرور ہے کہ اس ملک میں ہر پہلو سے اُس کی دقتیں پیش آئیں مگر عقل و احتیاط کیساتھ وہ کام میں لائی جائے تو اُسکی سب مشکلیں آپ سے آپ حل ہوجاتی ہیں۔

اگر فرماں روایانِ مغربی اپنے خیالوں کے معیار سے نتائج پر فوری نظر

ڈالیں گے تو اُس نظام میں یقیناً ناکامیابی ہوگی یہاں سیلف گورنمنٹ کو جن لوگوں سے متعلق کیا جاتا ہے وہ خطرتاً مذہباً اور تربیتاً ایسی عادتوں خیالوں اور اصولوں کے پرورش یافتہ ہیں کہ اِس نظام کو اگر بے امتیازانہ اُنکے ہاتھوں میں چھوڑ دیا جائے تو اس مشین کے ہر پرزے کو وہ اپنے طور پر توڑ مروڑ کر اُس عمل کُلی سے منحرف کردیں گے جو اُس کی غایت اصلی ہے یہاں کے معاملات کے انفصال میں بڑی سی سے بڑی یہ غلطی ہوگی کہ غیر ملکوں کے تجربوں سے یہاں قیاس حسیاں کیا جائیگا۔

معاملات سیلف گورنمنٹ کن اصول پر چلائے جانا چاہئیں اور اُسکے مبادی و مقاصد کیا ہونا چاہئیں ایک جداگانہ بات ہے اور یہاں کے باشندوں کے جو شب و روز ہیں اور جن اغراض سے وہ اپنا تعلق سیلف گورنمنٹ سے پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ دوسری بات ہے یہ مسلم الثبوت امر ہے کہ یہاں کے مختلف طبقات رعایا بیشتر اہلِ کاروبار ہیں اور اپنے معاملات میں معمولی سمجھ کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر ہم کو معاف فرمائیں اگر یہ عرض کیا جائے کہ ہمارے اہلِ ملک ہندو ہوں یا مسلمان اکثر اُن اصول سے ناواقف محض ہیں جنپر قیام و بقائے سیلف گورنمنٹ کا انحصار ہے اُنکے طبائع و عادات میں بہت سی وہ باتیں ہیں جو اصول سیلف گورنمنٹ کے منافی ہیں۔

ممکن ہے کہ توسیع تعلیم۔ اصلاح اخلاق اور زمانہ اِن کا وا کیوں کو کسیوقت میں دور کردے مگر اُسوقت کے آنے تک ضرورت ہے کہ گورنمنٹ کی توجہ اِسطرح مبذول رہے یا رکھی جائے جسطرح استاد کی توجہ اپنے شاگردوں کے حق میں یا والدین کی اپنی اولاد کے لئیے ہوتی ہے۔

تجربہ ہر اہلِ نظر کو بتلا رہا ہے کہ باوقار پبلک اوپینین قایم ہونے میں ابھی بڑا

وقت ہے۔ تجربہ یہ بھی بتاتا جاتا ہے کہ معمولی مسلم الثبوت اصول اپنے نتائج میں کس مشکل سے بارآور ہوتے ہیں اور بسا اوقات خلاف امید نتیجے پیدا کرتے ہیں اسکی ایک ادنی مثال تعلیم کے اثرات ہیں۔

ایشیائی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ جن سے تعلیم پاتے تھے دلوں میں اُنکا تپاک اور شکر گذاری ایک جزو مذہب سا ہوجاتا تھا مگر حال کی تعلیم اُسکے برعکس اثر پیدا کرتی ہے ہمارے پاس ان دونوں حالتوں کیلئے وجوہات موجود ہیں مگر انکی تفصیل کی یہ جگہ نہیں

دوسری مثال عورتوں کی تعلیم اور انکی ناگوار آزادی اسی طرح پر ہوگی جو استعجاب گورنمنٹ کو مردوں کی تعلیم کے نتیجہ سے ہے اُس سے بہت زیادہ استعجاب عورتوں کی اس قسم کی تعلیم اور نامناسب آزادی سے کرنا پڑیگا۔ خرابی تعلیم کی مثال بیّن طور پر یہ ہے کہ سڈیشن کے شعلے نہ کاشتکاروں میں سے اُٹھے نہ زمینداروں میں سے اُٹھے نہ تاجروں میں سے اُٹھے نہ بازاروں میں سے اُٹھے۔ اُٹھے تو کالج اور یونیورسٹیوں سے اوٹھے یہ کیسی تعجب انگیز بات ہے۔

سفرجٹ یعنی حقوق طلب عورتوں کے کارنامے ولایت میں موجودہ مثالیں ہیں وہاں عورات خاصی تعلیمیافتہ اُسی ملک کی عورتیں ہیں اور اختلاف مذاہب سے اُن میں کوئی انتشار نہیں انکو کوئی شخص سمجھا نہیں سکتا کہ محض دولت کی برابری یا زیادتی عورات کو اس امر کا مستحق نہیں بنا سکتی کہ معاملات سلطنت میں رائے زنی کرے۔ چہ جائیکہ ہندوستان جہاں ایک قوم دوسری قوم کے مضحکہ کیلئے تیار۔ ایک قوم دوسری قوم کے عناد پر آمادہ۔ ایک قوم دوسری قوم کی آبروریزی کی خواہاں اور قانون کی راہیں دشوار گذار اور تیرہ ہیں ایسے ملک میں عورتوں کی تعلیم و آزادی ایک خاص حد کے بعد خواہ نخواہ

بیکار مضر اور خانہ داری کے معاملات میں رخنہ اندازی ہوگی۔ یہاں لڑکیوں کی شادیاں ایسے وقت میں ہوتی ہیں کہ انکو رائے زنی کا کوئی موقع نہیں والدین کا اختیار ایک قطعی ہوتا ہے اگر عورات تعلیم پاکر اُس رنگ سے شادی کے طریقے اختیار کریں جو یورپ میں مروج ہیں تو ذات گوت اور نسل کا کہاں ٹھکانا رہ سکتا ہے ایسی صورتوں میں والدین اور اولاد کو جو جو دقتیں پیش آنیوالی ہیں اسکو وہی لوگ سمجھ سکیں گے جو اپنی آنکھوں سے اُن خرابیوں کو مشاہدہ کرینگے یا جن کو آزادانہ طریقہ شادی کا تجربہ ہے ورنہ تعلیم آزادی کے اچھے ہونے میں اصولاً کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف حالات ملک آب و ہوا۔ اور مذہب و ملت کے آثار ہیں۔ جو کسی اصول کو قابلِ نفاذ یا ناقابلِ اختیار بنا دے سکتے ہیں۔

تعلیم و آزادی بجائے خود زندگی کی ضروریات اور مفرحات سے ہیں مگر جن قیود و شرائط کیساتھ وہ ایشیا میں بارآور ہو سکتی ہیں اُنکا ترک کرنا تمام خراب نتیجوں کا سبب ہوگا۔ اُن اسباب کو اپنے اہلِ ملک بھائیوں کے دلوں پر مرتسم کرنیکی کوشش کرنا اُنسے لڑائی مول لینا ہے وہ اپنے حالات و خیالات میں ایسے منہمک ہیں کہ اُنکی تنگ خیالی۔ خود پسندی اور خود غرضی اس قسم کے التماسات کو ایک حملہ ذاتی سمجھتی ہے۔ افسوس اُسوقت زیادہ آتا ہے جبکہ خیر خواہوں کو فرماں رواؤں کے طرزِ عمل سے دقتوں کا سامنا ہوتا ہے مثلاً جس گرمی اور نیک خیالی سے گورنمنٹ نے انگریزی تعلیم دینا شروع کی تھی اگر آج سے پچاس برس پہلے کوئی خیر خواہ اِن باتوں کو دکھلاتا کہ ایسی مجمل تعلیم سے اِس قسم کے نتیجوں کا احتمال ہے تو اغلباً حکام وقت نہ صرف بیقدری سے ایسی معروضات کو مسترد فرما دیتے بلکہ اس قسم کے خیالات کو معاندانہ سدِ راہ ترقی جانتے۔ یہی حال نظام سلف گورنمنٹ کا ہے۔

اگر اسوقت اِس عرض کرنیکی جرات کریں کہ سب سے پہلے بڑا عنصر سلف گورنمنٹ کی

کامیابی کے خلاف۔ اصول کثرتِ رائے پر معاملات کو طے کرنیکا ہے کھلی بات ہے کہ اصولِ سیلف گورنمنٹ کے موافق ہر طبقہ کے معاملات کا انتظام اور انصرام واجبی ہونا چاہیئے یہاں طبقے مختلف اُنکی خواہشات واغراض مختلف۔ اُنکی تعداد اور قوت مختلف انکے قدرتی میلانوں میں تضاد۔ ایسی صورتیں کیسی محتمل اور تکلیف انگیز بات ہے کہ کثرتِ تعداد کے اصول کو ان طبقات متضاد میں جاری کیا جائے اور گورنمنٹ اپنے مربیانہ و خسروانہ ہاتھ کو اصول کثرت کی بنا پر قلیل التعداد۔ کمزور طبقوں کی حمایت و سرپرستی سے ہٹا لے

یہ سچ ہے کہ مدنی ضروریات ایک حد تک مشترک ہوتی ہیں جیساکہ اوپر تذکرہ کیا گیا اور خاص حد کے بعد اُن میں اختلاف پیدا ہوتا ہے اور یہ اختلاف کسی قوم کی برائی یا عیب میں نہیں ہے اُس کے اختلاف حالات کا نتیجہ ہوتا ہے۔

ہندوستان کی رعایا میں جب تک وہ انقلابات جو گورنمنٹ کے اصول سے در پردہ قدم بقدم عمل کر رہے ہیں اُن کا داعیوں کو محو و زائل کرتے جاتے ہیں مدنیت کا ایک مشترک نصب العین پیدا نہ کر دیں گورنمنٹ کو ہرگز سیلف گورنمنٹ میں اپنے گرفت کی ڈھیل اور دوری نہ پیدا کرنا چاہیئے ورنہ ۲ نتیجے ضروری ہیں۔ یا تو یہ کہ قلیل التعداد اور کمزور طبقات کے حقوق قطعی سایہ انداز کر دیے جائیں یا روز کے جھگڑے قضیے اور کثرتِ جمہوریل رواج میں آئیں اور آخر کو گورنمنٹ بد دل ہو کر سیلف گورنمنٹ کو ہندوستانیوں کو نااہل سمجھکر پھر اپنے ہاتھ میں لے لے اور شورشوں اور فسادوں میں ترقی ہو۔ جو ملک میں بےچینی کا سبب اور سلطنت کو انتشار کا باعث ہو۔

خرابی یہ ہے کہ کمزور اور قلیل التعداد لوگ جب ایک عرصہ تک کسی اصول کی خرابی سے نقصان اٹھاتے اور تکلیف پاتے رہتے ہیں تو اُن کا غیظ و غضب۔ نفرت کراہیت گورنمنٹ تک منتقل ہو جاتی ہے۔ اِس لاپروائی کا تمام الزام گورنمنٹ

پڑ ڈالا جاتا ہے۔ اور تمام وفاداری کے خیالات مبدل ہوکر اپنے راستے اُن جہات میں ڈھونڈھتے ہیں جہاں ناشکر گذاروں۔ بددلوں اور شورش انگیز خیالوں کا مجمع ہوتا ہے مثال کے طور پر واقعہ مسجد کانپور کو لیجئے۔ اگر گورنمنٹ اِس کریمانہ اخلاق سے اُس کا انفصال نہ کرتی اور قانون کے حدود تک قانع رہتی ہے تو اسمیں شک نہ تھا کہ ہندستان کی رعایا میں سے ایک جم غفیر جو ایک منٹ کیلئے کسی اعتبار سے بے وفا نہیں ہوا اپنے آپکو اُس کج راستہ اختلاف میں ڈال دیتا جو روز بروز قوت پکڑتا جاتا ہے اور جسکے اصلاح کی گورنمنٹ کو سخت ضرورت ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے حلم و وقار کو دیکھکر واقعی حیرت ہوتی ہے۔ اُسکے انصاف اور دانشوری کیلئے بجز اعتراف کے چارہ نہیں مگر ہم معاف کئے جائیں اگر اس عرض کرنیکی جرات کریں کہ ایشیا والوں کی بگڑی ہوئی فطرت کیساتھ حکمرانوں کا برتاو ایک نیا تجربہ ہے اور خاصکر ایسی حالت میں کہ یورپین افسران کو ایک خاص مدت کے بعد ہندوستان چھوڑ دینا پڑتا ہے اور ضروریات وقار منصب کے وجہ سے ایشیائی زندگی اور ایشیائی کریکٹر کے جانچنے کا پورا موقع نہیں ملتا ہے اور خاصکر اِس وجہ سے کہ جن لوگوں سے انکو واسطہ پڑتا ہے انمیں اکثر اہلِ غرض بخاف اور متمنی بنکر ملتے ہیں اُنکو اپنی غرضیں نکالنا منظور ہوتا ہے اور جن باتوں کو وہ خلاف مزاج حکام سمجھتے ہیں اُنپر طرح طرح سے پردہ ڈالنا اپنا فرض جانتے ہیں۔ کریکٹر کی وہ مضبوطی جو ہر خطر میں پڑکر سچ کہلوانے پر آمادہ رکھے ایشیا میں کتنوں کو میسر ہے اہلِ انصاف اِسکا تصفیہ کریں سلیکٹ گورنمنٹ کے ضروری معاملات میں ہر طبقہ خود غرضانہ اصول پر اپنے معاملات کو طے کرلیتا ہے قبل اسکے کہ وہ مسائل کمیٹی میں پیش ہوں ایسی صورت میں کثرت رائے کا اُصول کیسا غلط و خطرناک اصول ہے۔

اِس لحاظ سے مسلمانوں کو کیا توقع رکھنا چاہئے جبکہ وہ تعداد میں تھوڑے اور اُن

تھوڑوں میں رائے زنی کی قابلیت رکھنے والے اور بھی تھوڑے اور جو اُمید قایم مقامی کرسکیں وہ از حد نادر الوجود ہونگے اُنکی جان۔ مال۔ آبرو اور آزادی مذہب و ملت کا کیا حشر ہوگا۔ اسکو یوں قیاس کیجئے۔ محرم و دسہرہ کے فسادات۔ قربانی کے افسوسناک و متعصبانہ واقعات۔ جانوروں کے بدلے اپنے ہمسایہ بھائیوں کی قربانی کرنا انکے مذہبی مراسم میں خلل ڈالنا۔ کشاکشی عدالت میں پھنسانا۔ مشترک الیکشن میں مسلمانونکی ناکامیابی کمیٹیوں میں اُن کے حقوق کی پائمالی۔ غرضکہ جو جو نقصانات و ایذائیں مسلمان اپنے ہموطن بھائیوں سے اٹھا رہے ہیں وہ ایک دردناک فسانہ ہے۔

سیلف گورنمنٹ کی توسیع و ترمیم کی کامیابی یا ناکامیابی اسی قسم کی احتیاط اور قیود پر منحصر ہے جتنی دلیلیں یورپ کے قیاس پر مبنی ہیں وہ ہندوستان میں سب غیر متعلق ہیں۔

انتخابوں میں کثرت رائے کے رواج کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندو و مسلمانوں میں جو ربط و ضبط باقی رہگیا تہا وہ فنا ہوتا جاتا ہے اور بہت جلد وہ وقت آنیوالا ہے کہ تعلیمی۔ قومی۔ اور مذہبی تعصبات کی بدولت دونوں ہمسایہ قومیں عوض اسکے کہ دو موافق طبقے برٹش رعایا کے سمجھے جائیں دو مخالف فریق ہونگے جنکے درمیان ایک سد آہن حائل ہوگی جسکو نہ گورنمنٹ دور کرسکیگی اور نہ خود باشندگان کی کوشش آسان گذار بنا سکے گی۔

سیلف گورنمنٹ میں انتخاب و کثرت رائے کے عوض ہمیشہ یہ ضروری ہو کہ مناسب تعداد میں ہندو و مسلمان ممبران مقرر کئے جائیں تاکہ تنازعات بین الاقوام کی نوبت کبھی نہ آنے پائے اور انفصال مسائل آخری مرتبہ میں یورپین فرمانروا کے ہاتھ سے ہو۔ علاوہ بریں سیلف گورنمنٹ کی آزمایش ایک سبق کے طور پر جو جاری کی گئی ہے اُس سے یورپین حکمران کسی طرح اپنی کنارہ کشی کو جائز نہ رکھیں کیونکہ انکا وجود اُنکی ہدایتیں انکا

حلم و وقار اور سب میں بڑھکر اُنکا غیر جانبدارانہ طرزِ عمل سلیف گورنمنٹ کی ترقی کی ضمانت ہے۔ مثلاً صفائی کے مسائل۔ روشنی کے طریقے۔ تعلیم کی استواری یہ سب ایسے نازک مسائل ہیں کہ کسی حالت میں ہندوستانی گو وہ کیسے ہی نیک نیت ہوں تسلی بخش طور پر ادا نہیں کرتے۔ جو لوگ دیہات میں یا شہر کی تنگ گلیوں میں رہتے ہیں اُنکے گاؤں میں گائے بیل کے گوبر کے انبار۔ اُنکے قرب و جوار میں گندگی کے تودے اُنکی نگاہ کا مورد اُنکے دیہات یا اُن کے محلہ جات ہوتے ہیں۔ ایسے شخصوں کو نہ مغربی اصول پر عبور نہ مغربی تعلیم سے تعلق نہ مغربی صفائی کا خیال نہ مغربی روشنی سے واسطہ تو پھر وہ اصول ترقی سلیف گورنمنٹ کو کیا سمجھ سکتے ہیں اور کیا جاری کر سکتے ہیں گو یہاں مدارس کی تعلیم کسی درجہ تک کیوں نہ پائی ہو۔ اسکے علاوہ اُنکے تعلقات شہروں کے محلوں میں باعتبار سکونت دوستی یا قرابت اس قسم کی ہوتے ہیں کہ وہ ہرگز آزادی سے بلالحاظ طرفداری وہ اصول سلیف گورنمنٹ کو جاری نہیں کر سکتے اسلئے کہ اُنکے اجرا میں اُنکی مدنیت (سپرٹ) کے سرچشمہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک تلخ ہو جانے کا احتمال عظیم رکھتے ہیں اسی طرح اُن کے مخالفین دوسری قوموں سے اُنکی نگاہِ انصاف کو ہمیشہ خیرہ رکھتی ہیں ان احتیاط و قیود کو مدنظر رکھکر گورنمنٹ بطیب خاطر اصول سلیف گورنمنٹ کو جاری فرمائے توسیع دے اور حد تکمیل تک لائے مگر کسی حالت اور کسی حجت کی بنیاد پر اپنا دستِ فرماں روائی الگ نکرے اگر صاحبانِ ضلع کثرتِ کار کی وجہ سے اِس کام کو دیکھ بھال نہ سکیں تو دوسرے سویلین ماہرینِ فن ایسی انجمنوں کے صدر اعظم بنائے جائیں۔

جن جن شہروں میں ہندو یا مسلمان چیرمین بنائے گئے ہیں تجربہ ثابت کر دیگا کہ جلد خواہ بدیر یہ بیج آیندہ کیلئے جو بدمزگیوں کا بویا گیا ہے ایک تلخ پھل لائیگا اور جس درجہ کی ترقی آج ہے دس برس بعد بھی وہ اسی مرتبہ میں ملیگی۔

دس طلبا کے بجائے مدرسہ میں بیس۲۰ طلبا کا ہو جانا۔ یا دس لالٹینوں کی جگہ (وہ بھی خاص خاص محلوں میں) بیس لالٹینوں کا لگا دیا جانا یا دس بھنگیوں کے عوض بیس۲۰ بھنگیوں کا تقرر یہ نمایشی و عارضی ترقی ہے۔ واقعی ترقی وہ ہے کہ لوگ اِن باتوں کی قدر کرنا سیکھیں اور صفائی زندگی اُنکے خیالات کا جزو ہو۔ تاکہ غیر متعصبانہ عمل کے خوگر ہوں۔

اچھے اچھے تعلیمیافتہ ملازمت سے الگ ہو کر اپنے گھروں کو ذرہ بھر عوام کی گھروں سے صفائی و روشنی میں بہتر نہیں کر سکتے۔ اور عمدہ سے عمدہ تربیت یافتہ تعصب سے بری نہیں پائے جاتے۔ اصول فن کو سیکھ لینا اور تعلیم کا ہونیں بہتر قوم کے حالات پڑھ لینا ایک جداگانہ چیز ہے اور اُن علمی خیالات کا قوتِ فاعلہ بنکر جزو فطرت ہو جانا دوسری بات ہے

جبتک مغربی خیالات عملی طور سے ہندوستان کے عام و خاص دلوں پر اثر نہ کرینگے ہندوستان کی تہذیب ایک سطحی اور عارضی تہذیب ہوگی۔ ہمارا اہل ہند بھائی اتنا صبر کریں کہ کم ازکم اُنکے ملکی بھائی تو اُنکو اتنا سمجھ لیں کہ وہ درجۂ امتیاز رکھتے ہیں۔

روزآنہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہر قوم میں سے کچھ لوگ جرم کرتے ہیں یا جرایم پیشہ ہوتے ہیں اُس طبقہ میں سے کم آدمیوں کو سچی خواہش ہوتی ہے کہ یہ مجرم حدِ انصاف تک پہنچے۔ مدد دینا درکنار پولیس کے راستے میں ہزاروں سدراہیں حائل کی جاتی ہیں تاکہ حال نہ کھلے اور مجرم رہا ہو جائے اسیطرح نہ بکتا ہوں کے پھنسا نہیں دیتے۔ نہ سرگرمی انتقام میں ناانصافی کا خیال ہوتا ہے یہ طریقِ عمل اور ادعائے سلیف گورنمنٹ ہمت اور دعوے

اتحاد و قابلیت	مومن اور عشق بتاں اے پیر دمرشد خیر ہے	خاکسار
	یہ ذکر اور منہ آپکا صاحب خدا کا نام لو	نادر علی وکیل آگرہ نومبر ۱۹۱۵ء

(باہتمام فیاض الدین پرنٹر ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ)